

مباحثہ و مکالمہ

الیاس نعمانی ندوی ☆

جمعے کی امامت اور غامدی صاحب کا نقطہ نظر

ماہنامہ اشراق (بابت ماہ اپریل ۲۰۰۸ء) کے شذرات کے کالم میں جناب جاوید احمد غامدی صاحب کی گفتگو پڑنی ایک تحریر نظر نواز ہوئی ہے۔ عنوان ہے: ”جمعے کی امامت“۔ اسی کی بابت کچھ عرض کرنے کا اس وقت ارادہ ہے۔ غامدی صاحب کا حاصل مدعا خود انہی کے الفاظ میں یہ ہے:

”جہاں تک جمعے کی نماز کا تعلق ہے تو اس کا قانون پنج وقتہ نماز سے کچھ مختلف ہے۔ اس کی رو سے مسلمانوں کے نظم اجتماعی، یعنی حکومت و ریاست کو یہ ہدایت کی گئی ہے کہ وہ ہفتہ میں ایک دن جمعے کے روز خصوصی نماز کا اہتمام کریں۔..... اس نماز کی بنیادی شرط یہ ہے کہ اس کا اہتمام عام مسلمان نہیں بلکہ ان کے حکمران کرتے ہیں۔ اس کی امامت اور خطاب کا حق بھی انہی کو حاصل ہے اور اس کی ذمہ داری بھی انہی پر عائد ہے۔“

جمعہ کی امامت کی بابت یقیناً اصل حکم شرعی یہی ہے، اور ملت کے بعض مصالح کی بنا پر یہ ایک ایسا مؤکد حکم ہے کہ رسالت مآب (ﷺ) کی یہ صراحت بعض احادیث میں موجود ہے کہ امام متقی ہو کہ فاسق و فاجر بہر حال اس کے پیچھے نماز پڑھی جائیگی۔ (ملاحظہ ہو: سنن ابوداؤد: ۲۵۳۳، سنن ابن ماجہ: ۱۰۸۱) لیکن غامدی صاحب نے جس ”گرد و پیش“ میں پہلے یہ گفتگو فرمائی اور پھر اسی ماحول میں یہ شائع بھی ہوئی ہے اسکی بنا پر یہ عرض کرنا ضروری محسوس ہوتا ہے کہ یہ حکم تب تک ہے جب تک حکمران (چاہے وہ فاسق و فاجر ہی کیوں نہ ہو) اسلام و کفر کی کشمکش میں کفر کی طاقتوں کا ساتھ نہ دے، اس کے برخلاف اگر اس کا حال یہ ہو کہ وہ عالمی سیاست میں ان طاقتوں کا حلیف اور معاون ہو جو اسلام کے خلاف براہ راست برسر پیکار اور قرآن مجید کے الفاظ میں ’إفساد فی الأرض‘ کی مجرم ہوں، وہ مملکت کے اندر امن عالم، اسلام اور مسلمانوں کے دشمنوں کو فوجی کارروائیاں کرنے کی اجازت دے اور خود بھی دوسروں کے کہنے پر بے قصوروں کا قتل کرے تو ایسے حکمران کا یہ حق ہرگز نہ ہوگا۔ بلکہ ایسی صورت میں شریعت کا اصل حکم تو یہ ہے کہ ایسے حکمرانوں کو اقتدار سے الگ کر دیا جائے۔ (ملاحظہ ہو: بخاری: ۵۶۰۷، مسلم: ۱۷۰۹) ہاں اگر ایسے حکمرانوں کو اقتدار سے بے دخل کرنے کی کوششوں میں کامیابی کی امید نہ ہو اور مزید فتنہ بھڑکنے کا ڈر ہو تو ان کو برداشت تو کر لیا جائے گا لیکن ان کو حکمرانوں والے اختیارات حاصل نہ ہوں گے۔ غامدی صاحب نے اپنی اسی گفتگو میں ”جمعے کے منبر کے حکمرانوں کی تحویل سے نکلنے اور علما کی تحویل میں جانے کے

☆ ادارۃ الفرقان لکھنؤ۔ انڈیا

_____ ماہنامہ الشریعہ (۲۸) اگست ۲۰۰۸ _____

نہایت مضر رساں [کذا] نتائج“ بیان کیے ہیں، جن میں سے ایک یہ ہے کہ: ”حکمرانوں کے لیے عبادت اور اللہ کے دین کے ساتھ تعلق کا ایک لازمی موقع ختم ہو گیا ہے۔ حکمران اگر جمعے کے لیے مسجدوں میں آتے تو ان کا کچھ وقت عبادت میں گزرتا۔ خطبہ جمعہ میں وعظ و نصیحت کے لیے انہیں دینی تعلیمات سے رجوع کرنا پڑتا۔ نماز کی امامت میں تلاوت کے لیے قرآن کے اجزاء کو یاد کرنا پڑتا۔ ایسی وضع اختیار کرنی پڑتی جو مسجد میں حاضری کے لیے موزوں ہو۔ یہ ساری چیزیں ظاہر ہے کہ انہیں اللہ اور اس کے دین سے قریب کرنے کا باعث بنتیں۔ لیکن ہماری عقل ناقص کے مطابق تو یہ خیال محض خوش فہمی ہی ہے، ہمارے حکمرانوں کا جب حال یہ ہے کہ وہ اپنے اوپر سے دین پسندی کی ہر ”تہمت“ ہٹانا چاہتے ہیں، اقتدار میں آتے ہیں تو ”عالمی برادری“ کو یہ پیغام دینا اپنا فرض اولیں سمجھتے ہیں کہ وہ ”جس کی لاٹھی اس کی بھینس“ کے قائل ہیں لہذا وقت کے چیرہ دست سپر پادروں کو راضی رکھنے کی ہر ممکن کوشش کریں گے، اور اس کے لیے ہر حد تک چلے جائیں گے، تو کیا ان حکمرانوں کے سلسلے میں یہ توقع کی جاسکتی ہے کہ اکیلا جمعے کا منبر ان کو راہ ہدایت پر لے آئے گا اور انہیں اللہ اور اس کے دین سے قریب کرنے کا باعث بنے گا۔ اور کیا ان کو یہ خوف لاحق نہ ہوگا کہ اگر برسر منبر ہوئے تو شدید تنقید اور احتساب کا سامنا کرنا پڑے گا اور ایسی صورت میں ان کو عافیت کیا اس میں نظر نہیں آئے گی کہ ع

اگر ٹھہری یہ شرط وصل لیلیٰ تو استغنی میرا با حسرت ویاس

کہتے ہوئے راہ فرار اختیار کر لیں۔ خود غامدی صاحب کا بیان ہے کہ: ”بنو امیہ کے زمانے تک جمعے کا منبر حکمرانوں ہی کے پاس رہا۔ اس کے بعد آہستہ آہستہ حکمران لوگوں سے خوف زدہ ہونا شروع ہو گئے۔ یعنی وہ جب مسجد میں آتے تو انہیں لوگوں کی تنقید اور رد عمل کا سامنا کرنا پڑتا۔ اس خوف کی وجہ سے انہوں نے جمعہ کے منبر کو چھوڑ دیا۔“ تو اب کے حکمران کیسے عوام میں آئیں گے، اور کیسے وہ رد عمل سہیں گے جو ان کے ظلموں کے نتیجے میں عوام میں پنپ رہا ہے۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ اپنے نائبین کو جمعہ کا منبر سونپ دیں گے، اور ان کے نائبین؟ بس اللہ نہ کہلوائے۔

”جمعے کے منبر کے حکمرانوں کی تحویل سے نکلنے اور علما کی تحویل میں جانے“ کا ایک نتیجہ غامدی صاحب نے یہ بھی بیان فرمایا ہے کہ: ”مسجدیں فرقہ بندی کا مرکز بن گئی ہیں۔ صورت حال یہ ہے کہ ہر مسجد کسی نہ کسی فرقہ سے منسوب ہے۔ چنانچہ یہاں پراہل حدیث کی مسجدیں ہیں، دیوبندیوں کی مسجدیں ہیں اور بریلویوں کی مسجدیں ہیں۔“ لیکن اگر یہ منبر حکمرانوں کی تحویل میں ہوتے تو منظر اس سے بھی زیادہ دردناک ہوتا، عالمی ایجنسیز میں سے جس کو جس علاقہ میں اپنے پاؤں جمانے ہوتے اس علاقے کی مسجدوں کے منبر اس ایجنسی کے زیر تصرف ہوتا، یہ غدشہ کوئی بے بنیاد نہیں ہے بلکہ ان حکمرانوں کا طرز عمل یہی بتاتا ہے، جو پالیسی ساز ادارے ان کے زیر تصرف ہیں کیا ان میں ایسا نہیں ہے؟ اکیلے محکمہ تعلیم کی ہی مثال سب کچھ سمجھنے کے لیے کافی ہے۔

اپنی اس گفتگو کے آخر میں غامدی صاحب نے اپنے موقف کو فقہ حنفی کے عین مطابق بتایا ہے، اس موقع پر غالباً ان کے ذہن سے یہ بات اوجھل ہو گئی کہ امام ابو حنیفہؒ نے اپنی زندگی میں ہمارے بعض موجودہ حکمرانوں سے بدرجہا بہتر حکمرانوں کے خلاف اٹھنے والی تحریکوں کی مدد فرمائی تھی، یعنی امام صاحب کے نزدیک بھی ایسے حکمرانوں کے خلاف لے حقوق نہیں رکھتے ورنہ وہ کیوں ان کے خلاف ہونے والی بغاوتوں میں کسی طور شریک ہوتے۔

_____ ماہنامہ الشریعہ (۲۹) اگست ۲۰۰۸ _____